14۔ اور۔۔ آنا گھر میں مرغیوں کا

مشتاق احمد یوسفی (ولادت 1923ء)

تعارف: مشتاق احمد یوسفی ۱۹۲۳ء میں ریاست ٹونک کے شہر جے پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالکریم خان تھا۔ تقسیم پاکستان کے بعد ان کے والد ۱۹۴۹ء میں کراچی منتقل ہو گئے۔

مشتاق احمد یوسفی نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ مشتاق احمد یوسفی فطرتاً فطین تھے۔ وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں راجپوتانہ بورڈ میں اول آئے۔ بی۔ اے آگرہ یونی ورسٹی سے کیا اور اس میں بھی اول رہے۔ ایم۔ اے فلسفہ اور ایل۔ ایل۔ بی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے کیا۔ ۱۹۴۶ء میں راجپوتانہ سول سروس میں ملازم ہوئے، تاہم ۱۹۴۹ء میں خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے۔

یہاں پر ملازمت کی ابتدا مسلم کمرشل بنک کے منیجر کی حیثیت سے کی اور ترقی کرتے ہوئے پاکستان بینکنگ کونسل کے چیئرمین بنے۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۰ء تک غیر ملکی بنک بی سی سی آئی (BCCI) کے مشیر کی حیثیت سے لندن میں مقیم رہے۔ مشتاق احمد یوسفی اعلیٰ پائے کے مزاح نگار ہیں۔

تصانیف:۔ چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگزشت، آبِ گم شامل ہیں۔ یہ مضامین کے مجموعے ہیں۔ سبق ''اور آنا گھر میں مرغیوں کا'' ''چراغ تلے'' سے ماخوذ ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

صفحہ 67۔ روادار نہیں (حق میں نہیں، اچھا نہیں سمجھتا) راسخ عقیدہ (پختہ ایمان، اعتقاد) عمر طبعی (فطری عمر) ضیافت (دعوت) اخلاص (خلوص) ایثار (قربانی) مرغ مسلّم (سالم مرغ، پورا مرغ) درکنار (علیحدہ، جدا، ایک طرف) پھوہڑ (بد سلیقہ، بے ہنر) آملیٹ (پیاز ملے انڈوں کا سالن) نیم برشت (کم اُبلا ہوا، آدھا بھنا ہوا) کٹھن (پیچیدہ، نہایت مشکل) ماحصل (نچوڑ، خلاصہ، نتیجہ، لب لباب) فی زمانہ (اس زمانے میں، آج کل، عصر حاضر میں) مفقود (غائب، ناپید، معدوم، غیر حاضر) پہلو بچا کر (کترا کر، احتیاط کے ساتھ، پہلو تہی کرتے ہوئے) ڈربہ (مرغیوں کے رہنے کی جگہ) قنوطی (مایوس، ہر بات کا تاریک پہلو دیکھنے والا، محتاط (احتیاط کرنے والا)

صفحہ 68۔ پال کر (پرورش کر کے) ناحق (بلاوجہ، فضول) ردوقدح کرنا (بحث و تکرار کرنا) سادہ لوحی (بھولپن، سادگی، معصومیت) آسن (بیٹھنا، وہ جگہ جہاں سوار بیٹھتا ہے) مہاوت (فیل بان، ہاتھی کو چلانے والا) آنکس (ہاتھی کو ہانکنے کا آلہ، لوہے کی کانٹے دار چھڑی) دم ہلانے لگتا ہے (دم ہلا کر وفاداری کا اظہار کرتا ہے) ہل جانا (مانوس ہو جانا) نگہداشت (نگرانی، خبرگیری، حفاظت) ہتھیلیوں پر چگا کر (خود دانہ دنکا چگے، اپنے ہاتھ پر دانہ رکھ کر مرغیوں کو کھلانا) دہلیز (چوکھٹ، در، دروازہ) سرکس کے سدھائے ہوئے طوطے کی مانند (سرکس کے طوطے کی مانند جو فرماں بردار ہوتا ہے) پیر و مرشد ہوں (میں اپنی دولت آپ کے سپرد کرتا ہوں) سونپ کر (حوالے کر کے، دے کر) بدکنا (ڈرنا، خوف سے اُچھلنا) پرداخت (دیکھ بھال، پرورش) جبلی (فطری، پیدائشی) تعصب (دشمنی، بے جا حمایت، تنگ نظری، طرف داری) بالعموم (عام طور پر) بالخصوص (خاص طور پر) خصائل (خصلت کی جمع، عادات) ادبدا کر (ضد سے، شرارت سے، خواہ مخواہ، جان بوجھ کر) پو پھٹنا (صبح نمودار ہوتی) کفایت شعار (کم خرچ کرنے والا) [illegible] (کنجوس) سحر خیزی (صبح سویرے اٹھنے کی عادت) نیند کے ماتے (نیند میں مدہوش، نیند کے مارے ہوئے) رعب جلال (رعب و دبدبہ والا جادو) جسامت (جسم کی ساخت، قد و قامت) اکڑوں (پاؤں کے بل بیٹھنا)

صفحہ 69۔ مرزا عبدالودود بیگ (مشتاق احمد یوسفی کا مَن گھڑت کردار) بھونڈے پن (بھدے سادے انداز سے، آسانی سے

خوش اخلاقی سے) حمد و ثناء (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تعریف کرنا) شرابور (بھیگا ہوا، تربتر) درشتی (خفگی، تلخی) صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا (مزید برداشت کرنے کا متحمل نہ رہا) بپھر کر (غصہ کھا کر، غصہ سے لبریز ہوکر) ہراساں (خوف زدہ، سہما ہوا، ڈرا ہوا) جھینگر (ایک کیڑا جو دیواروں میں رہتا ہے جس کی بڑی بڑی مونچھیں ہوتی ہیں) انکشاف (دریافت ہونا، عیاں ہونا، ظاہر ہونا) جنگا (ایک برساتی کیڑا)، کیچوا (نرم مٹی میں رہنے والا کیڑا) باور کرنا (یقین کرنا) اثر و نفوذ (اثرات، تاثیر) موپساں (فرانس کا عظیم افسانہ نگار) اچنبھے کی بات (حیرانی کی بات، انوکھی بات) قیافہ شناس (اندازہ لگانے والا، قیاس آرائی کرنے والا) بھوسہ (جانوروں کا چارہ) چوپائے (چار پاؤں والے جانور) سنگین (سخت، مشکل) ازالہ کرنا (دور کرنا) رفاہ عام (عام لوگوں کی بھلائی کا کام) ناپے (مرغیاں بند کرنے کا کھانچہ) نچوڑ (نتیجہ، خلاصہ، لب لباب) دڑبے (ناپے) ورود (آنا، وارد ہونا، نازل ہونا) نزول (نازل ہونا، اترنا، مراد آنا) ناقابلِ تردید (جسے جھٹلایا نہ جاسکے) کڑک (وہ مرغی جو انڈے دینے سے رک گئی ہو اور انڈوں پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو) از راہِ تلطف (مہربانی سے، لطف و کرم کرتے ہوئے) طائر لاہوتی (عالم بالا کا پرندہ، فرشتہ) گلستا پری (مشہور داستان آرائشِ محفل کا ایک کردار)

حل 70۔ آلامِ دنیوی (دنیاوی دکھ اور تکالیف) عاجز (تنگ) پردۂ غیب (غائب کے پردے سے) فتنہ (فساد مراد ہے پریشانیاں اور مصائب)

سبق کا خلاصہ

(ملتان 2007، لاہور 2009، سرگودھا 2010، گوجرانوالہ 10، 2006، ڈیرہ غازی خان 2009، لاہور بورڈ 2013)

گھر میں مرغیاں پالنا قطعاً پسند نہیں۔ مرغیوں کا حقیقی مقام پیٹ ہے یا پلیٹ۔ لیکن مصنف کے دوست کو اختلاف ہے۔ جن کے بقول مرغی کے انڈے بھی نعمت ہیں۔ خراب انڈے ہوٹلوں اور سیاسی جلسوں میں کام آتے ہیں۔ پھر بیوی کی بنائی ہوئی انڈوں کی آملیٹ، نیم برشت اور خاگینہ وغیرہ بھی لذیذ ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر مرغیاں کھانے کی یہی رفتار رہی تو بہت جلد یہ نسل ناپید ہو جائے گی۔ جواباً انھوں نے فرمایا کہ مرغیوں کی نسل میں بہت تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ خام خیالی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنی خوراک کا انتظام خود کر لیتی ہیں۔ میں نے اتنی خوبیوں کے باوجود مرغیاں ٹھونسنے کی وجہ دریافت کی تو بولے کہ میرے سسرالی مہمان آرہے ہیں۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے دینا چاہتا ہوں۔ اگلے روز مرغیاں میرے گھر آگئیں۔ میری یہ خام خیالی کہ پالتو جانور مالک سے محبت کرتے ہیں، جلد رفو چکر ہوگئی۔

عوام کو یہ خوش فہمی ہے کہ مرغ صرف صبح کے وقت اذان دیتے ہیں۔ بعض خوش عقیدہ لوگ کہتے ہیں کہ مرغ کی اذان کے بغیر پو نہیں پھٹتی۔ لیکن میرا مشاہدہ ہے کہ مرغ اُس وقت اذان دیتے ہیں، جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔ کفایت شعار حضرات الارم والی ٹائم پیس خریدنے کی بجائے مرغ پال لیتے ہیں۔ مرغ کی اذان سے نیند تو کیا کفن پوش بھی اٹھ بیٹھیں۔ مرغ کی آواز بہ نسبت اس کی جسامت کے، سو گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر گھوڑوں کی جسامت اور آواز میں یہی تناسب ہوتا تو قدیم تاریخی جنگوں میں ہرگز توپ کی ضرورت نہ رہتی۔ اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ مرغ کی اذان حقیقت میں شامتِ الٰہی ہوتا ہے۔

ایک روز موسلادھار بارش میں گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر جھلا کر رہ گیا کہ تین مرغے باجماعت میرے پلنگ پر اذان دے رہے تھے۔ میں نے غضبناک ہو کر بیگم سے کہا کہ گھر میں یا تو مرغیاں رہیں گی یا میں۔ بیوی نے کہا بھلا آپ اس موسلادھار بارش میں کہاں جائیں گے۔ مصنف کے خیال کے مطابق مرغیوں کو چاہیے کسی دن مرغ و خوراک کے علاوہ

جائے۔ حشرات اور کیڑے مکوڑے کھانے سے باز نہیں آتیں۔ گھر میں مرغیوں کی حکومت بے تاج بادشاہ کی سی ہوتی ہے جن میں سے کمرا، بستر یا فرنیچر ہر شے اُن کی دسترس میں ہوتی ہے۔ بعض اوقات مرغ عین اُس لمحے اذاں دیتا ہے، جب میں فون پر محوِ گفتگو ہوتا ہوں اور مخاطب "سوری رانگ نمبر" کہہ کر فون بند کر دیتا ہے۔ مرغیوں نے چند مہینوں میں میرے گھر کا نقشہ تبدیل کر دیا ہے۔ جو لوگ دنیاوی مصائب سے عاجز ہیں انہیں میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مرغیاں پال لیں۔ پھر پردۂ غیب سے کچھ ایسے مسائل جنم لیں گے، کہ انھیں اپنی سابقہ زندگی جنت کا نمونہ نظر آئے گی۔

مشقی سوالات

سوال 1 درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i) مصنف کے خیال میں مرغی کا صحیح مقام کیا ہے؟

(کھیت، دڑبہ، ✓ پیٹ)

(ii) میزبان کے اخلاص و ایثار کا اندازہ کن باتوں سے ہوتا ہے؟

(تحفے سے، طویل قیام سے، ✓ دسترخوان پر مرغیوں کی تعداد سے)

(iii) گندے انڈوں کا موزوں محل استعمال کیا ہے؟

(✓ جلسہ، نوکری، کرکٹ میچ)

(iv) مرغ کی آواز اور جسامت میں کیا تناسب ہے؟

(ایک اور دو کا۔ ایک اور چالیس کا۔ ✓ ایک اور سو کا)

سوال 2 سبق کے حوالے سے مختصر جوابات لکھیں۔ جواب تین سطور سے زیادہ طویل نہ ہو۔

(i) مصنف کے دوست اپنی مرغیاں، مصنف کو کیوں دینا چاہتے تھے؟

جواب مصنف کے دوست کا مکان مختصر تھا اور ان کے گھر میں مہمان آرہے تھے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے مرغیاں مصنف کو دینا چاہتے تھے۔

(ii) کفایت شعار لوگ مرغ کیوں پالتے ہیں؟

جواب کفایت شعار لوگ الارم والی ٹائم پیس خریدنے کی بجائے مرغ پال لیتے ہیں تاکہ ہمسایوں کو سحر خیزی کی عادت رہے۔

(iii) "اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں"۔ یہ جملہ مصنف نے کس موقع پر کس کو کہا اور نتیجہ کیا نکلا؟

جواب مصنف ایک دن موسلا دھار بارش میں بھیگتے ہوئے گھر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تین مرغے اُس کے پلنگ پر ہیں۔ سفید چادر پر جا بجا پنجوں کے نشان تھے۔ مصنف کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو اس نے دوٹوک فیصلہ کیا کہ "اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں" بیوی نے کہا "اتنی بارش میں آپ کہاں جائیں گے"؟ یہ سُن کر مصنف نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

(iv) مرغیوں کی پسندیدہ خوراک کیا ہے؟

جواب دانہ دنکا، کیڑے مکوڑے، جھینگر، کنکر پتھر مرغیوں کی پسندیدہ خوراک ہیں۔

(v) "سوری رانگ نمبر" سے مصنف کا جو تجربہ وابستہ ہے بیان کیجیے؟

جواب ایک دن مصنف کے فون کی گھنٹی بجی تو انھوں نے ریسیور اٹھایا لیکن مصنف کے "ہیلو" کہنے سے پہلے ہی ان کی باتوں

کے درمیان کھڑے ہوئے مرغ نے اذان دے دی۔ جس کی وجہ سے فون کرنے والے صاحب نے "سوری ارانگ نمبر" کہہ کر فون بند کر دیا۔

سوال 3 مناسب الفاظ لگا کر خالی جگہ پر کریں۔

میں گھر مرغیاں پالنے کا روادار نہیں۔

(i) انسان صرف روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا۔

(ii) اختلاف کی گنجائش نظر نہ آئی۔

(iii) انسان محبت کا بھوکا ہے۔

(iv)

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر 1:

فرمایا "یہ صحیح ہے کہ انسان روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا .... اسے مرغ مسلم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا نے مرغی کو محض انسان کے کھانے کے لیے پیدا کیا ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ صاحب! مرغی تو درکنار، میں تو انڈے کو بھی دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔ تازے خود کھائیے، گندے ہو جائیں تو ہوٹلوں اور سیاسی جلسوں کے لیے ڈگنے داموں بیچیے۔ یوں تو اس میں .... میرا مطلب ہے تازہ انڈے میں

ہزاروں خوبیاں ایسی کہ ہر خوبی پہ دم نکلے

مگر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پھوہڑ سے پھوہڑ عورت کسی طرح بھی پکائے یقیناً مزے دار پکے گا۔ آملیٹ، نیم برشت، حلوہ، حلوہ۔

نوٹ: (جو طلباء ہر عبارت کا الگ سے سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق و سباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے جو مُصنف کی مشہور زمانہ کتاب "چراغ تلے" سے منتخب کیا گیا ہے۔ سبق میں مصنف مرغیوں سے متعلق اپنے تجربات کو مزاحیہ اور دلچسپ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ مرغیوں کی افزائش نسل کی رفتار دیگر مخلوقات کی نسبت زیادہ ہے۔ مرغ کی آواز اور جسامت میں نسبت ایک اور سو کی ہے۔ مرغ صبح کے وقت اذان دیتا ہے اس لیے اکثر کفایت شعار لوگ الارم والا ٹائم پیس خریدنے کی بجائے مرغ خرید لیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمسایوں کو سحر خیزی کی عادت رہے۔ مرغیوں کی وجہ سے گھر پولٹری فارم معلوم ہوتا ہے اور ہر وقت گندگی اور بُو کا مرکز بنا رہتا ہے۔

تشریح طلب اقتباس سبق کے .... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف کہتے ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں اس بات کے حق میں بالکل نہیں ہوں کہ گھر میں مرغیاں رکھی جائیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ان کے دوست مرغیوں کو بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں اور وہ اپنی مرغیاں مصنف کے ہاں منتقل کر دیتے ہیں۔ مصنف اس کے بالکل خلاف ہیں لیکن وہ دوست کے کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور آخر کار مرغیاں ان کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ جب کہ مصنف ان سے بہت تنگ ہیں۔ کیوں کہ بقول مصنف مرغ اذان بھی اتنی تیز آواز میں دیتے ہیں، جیسے کہ جنگ میں توپوں کے چلنے کی آواز۔ مصنف کے گھر میں کوئی جگہ بھی ایسی نہیں جو مرغیوں کی آمدورفت سے پاک ہو اس لیے مصنف سب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ بھی مرغیاں پالنے کی غلطی نہ کریں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ وہ گھر میں مرغیاں پالنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کا راسخ عقیدہ ہے کہ مرغیوں کا صحیح مقام پیٹ ہے یا پلیٹ۔ ہماری دعوتوں میں بھی میزبان کے خلوص اور قربانی کا اندازہ مرغیوں اور مہمانوں کی تعداد اور ان کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔ مصنف کا دوست اسے مخاطب کر کے کہتا ہے، کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ انسان صرف روٹی پر ہی گزارا نہیں کرتا بلکہ مرغ مسلّم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے خدا نے مرغی کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے، کہ وہ انسان کی غذا کا حصہ ہے۔ تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مصنف کے دوست مرغیوں کے خواص بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں مرغی کی اہمیت وافادیت کا قائل ہوں مرغی تو ایک طرف رہی۔ میں تو اس کے انڈے کو بھی دنیا کی سب سے بڑی نعمت تصور کرتا ہوں۔ تازہ انڈے بڑے مزے دار اور غذائیت کے حامل ہوتے ہیں۔ انھیں خود کھائیے۔ انڈے گندے بھی ہو جائیں تو کوئی ڈر نہیں۔ افسوس نہ کیجیے بلکہ یہی خراب اور باسی انڈے ہوٹلوں میں استعمال کے لیے فروخت کر دیں، یا پھر سیاسی جلسوں میں سیاستدان پر پھینکنے کے لیے مہنگے داموں بیچ دیجیے۔ انڈے کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے، کہ پھوہڑ اور نکمی سے نکمی عورت کسی طرح بھی پکائے مزیدار ہی پکتا ہے۔ پھر اس میں پیاز ملا کر سالن بنائیں۔ کم ابلا ہوا ہو، چاہے تلا ہوا حلوا بنائیں، کسی بھی شکل میں بنائیں لذت اور ذائقہ میں کمی نہیں آتی۔ ہر حالت اور شکل میں لذت اور ذائقہ برقرار رہے گا۔ مصنف کے دوست کی رائے ہے کہ انڈے کا آملیٹ بگاڑنے کے لیے انتہائی سلیقہ اور قابلیت چاہیے جو کہ اس زمانے میں ناپید ہے۔

عبارت نمبر 2: (ڈی جی خان بورڈ 2013ء)

اب اس کو میری سادہ لوحی کہیے یا خلوصِ نیّت کہ شروع شروع میں میرا خیال تھا کہ انسان محبت کا بھوکا ہے اور جانور اس واسطے پالتا ہے کہ اپنے مالک کو پہچانے اور اس کا حکم بجالائے۔ گھوڑا اپنے سوار کا آسن اور ہاتھی اپنے مہاوت کا آنکس پہچانتا ہے۔ کتا اپنے مالک کو دیکھتے ہی دُم ہلانے لگتا ہے جس سے مالک کو روحانی خوشی ہوتی ہے۔ سانپ بھی سپیرے سے ہل جاتا ہے لیکن مُرغیاں؟ میں نے آج تک کوئی مُرغی ایسی نہیں دیکھی جو کسی اور کو پہچانے اور جس کو اپنے پرائے کی تمیز ہو۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیاں گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں۔ اور ان کی نظر میں مرغی کے صرف تین مقام ہیں۔ پلیٹ، پیٹ یا پتیلی۔ اور اسے اپنے اصل مقام پر ہی رہنا چاہیے۔ لیکن مصنف کے دوست ان کے ہم خیال نہیں ہیں۔ وہ بھی مقابلے میں مرغیوں کی اتنی ہی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مصنف تو قائل نہیں ہوتے البتہ وہ اپنی مرغیاں مصنف کے گھر منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ان کے لاکھ انکار کے باوجود، آخر کار مرغیاں ان کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ اب مصنف کو روز نت نئے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کیوں کہ گھر کی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں مرغیوں کا آنا جانا نہ ہو۔ اس لیے اب وہ گھر جو کہ مصنف کا ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ اس کی مالک یہ مرغیاں ہیں۔ اس لیے مصنف دوسروں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مرغیاں کبھی نہ پالیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ اسے میری سادگی اور بھولپن کہیے یا خلوص نیت، کہ شروع شروع میں

میرا خیال تھا کہ انسان محبت وخلوص کا بھوکا ہے۔ اسی لیے اپنے گھر میں پالتو جانور پالتا ہے، کہ وہ اپنے مالک کو پہچانے اور اس کے حکم کی بجا آوری کرے۔ اور جو جانور گھر میں رہتا ہے، وہ اپنے مالک سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اُس سے اپنائیت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔ مثلاً گھوڑا اپنے مالک کے بیٹھنے کے انداز سے ہی پہچان لیتا ہے اور اس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے جب اُس کا مالک چلنے کا حکم دیتا ہے، تو وہ بے چون وچرا روانہ ہو جاتا ہے۔ مالک کے علاوہ کوئی اور اس کی پیٹھ پر بیٹھے تو گھوڑا اُس سے بیگانگی اور بے زاری کا رویہ اپناتے ہوئے ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح ہاتھی اپنے مالک کے اس آنکڑے کو پہچانتا ہے جس کے ذریعے وہ ہاتھی کو چلاتا ہے اور ہاتھی کا سوار ہاتھی ہانکنے کے آلہ سے اُس کی گردن اور کانوں کو گدگداتا ہے۔ جس سے ہاتھی اپنی رفتار کو تیز کر لیتا ہے۔ ہاتھی اپنے مالک کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے۔ جس سے اسے دلی اطمینان ہوتا ہے۔ اس کے مالک کے علاوہ کوئی اور سوار ہو، تو ہاتھی متضاد رویہ اختیار کرتا ہے۔

کتا بھی اپنے مالک سے بے پناہ محبت وانسیت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے مالک کو دیکھتے ہی دم ہلا کر اپنی وفاداری کا بھرپور اظہار کرتا ہے۔ جسے دیکھ کر مالک کو روحانی خوشی ہوتی ہے۔ مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں سے اُس کا رویہ، بے رُخی اور دشمنی کا ہوتا ہے اور کسی کو بھی گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ اگر کوئی اجنبی گھر میں زبردستی گھسنے کی کوشش کرے تو ہنگامہ اور شور برپا کر دیتا ہے اور جان لڑا دیتا ہے۔ اس کے بعد مصنف سانپ کی وفاداری کی مثال دیتا ہے۔ حالاں کہ سانپ کو انسان کا ازلی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی سپیرے سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کا حکم مانتا ہے اور کاٹتا بھی نہیں ہے۔ مصنف آخر میں بتاتا ہے کہ مرغیاں بدلحاظ اور بے مروت ہوتی ہیں۔ میں نے آج تک کوئی مرغی ایسی نہیں دیکھی جو اپنے مالک کو پہچانے اور اس سے خلوص کا اظہار کرے اور نہ ہی مرغی کو اپنے پرائے کی تمیز ہوتی ہے۔ مالک چاہے اس کی کتنی ہی دیکھ بھال کرے یہ کسی طرح بھی اس سے مانوس نہیں ہوتی۔

عبارت نمبر 3:

مہینوں ان کی نگہداشت اور سنبھال کیجیے۔ برسوں ہتھیلیوں پر چگائیے۔ لیکن کیا مجال کہ آپ سے ذرا بھی مانوس ہو جائیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میں یہ اُمید لگائے بیٹھا ہوں کہ میری دہلیز پر قدم رکھتے ہی مُرغ سرکس کے طوطے کی مانند توپ چلا کر سلامی دیں گے یا چوزے میرے پاؤں میں وفادار کتے کی طرح لوٹیں گے، اور مرغیاں اپنے انڈے ''سپردم بتو مایہ خویش را'' کہتی ہوئیں مجھے سونپ کر اُلٹے قدموں واپس چلی جائیں گی۔ تاہم پالتو جانور سے خواہ وہ شرعاً حلال ہی کیوں نہ ہو، یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ ہر چمکتی ہوئی چیز کو چھری سمجھ کر بدکنے لگے اور مہینوں کی پرورش وپرداخت کے باوجود محض اپنے جبلی تعصب کی بنا پر ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیاسا تصور کرے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں ان کے نزدیک مرغیاں صرف کھانے کے لیے ہیں۔ لیکن ان کے دوست مرغیوں کو بہت بڑی نعمت تصور کرتے ہیں۔ اور مصنف کو ان کی مختلف خوبیاں گنوا کر آخر کار گھر میں مرغیاں رکھنے کے لیے قائل کر لیتے ہیں اور مرغیاں ان کے گھر میں آ جاتی ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے مالک کا وفادار ہو سکتا ہے، لیکن مرغیاں کبھی نہیں ہوتیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغ اس طرح اذان دیتے ہیں جیسے جنگ میں توپ چل رہی ہو اور گھر میں اس طرح گھومتی پھرتی ہیں، کہ گھر کا فرد معلوم ہوتی ہیں۔ کیوں کہ گھر کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ان کا بسیرا نہ ہو۔ اس لیے مصنف کا گھر اب مصنف کا نہیں، بلکہ مرغیوں کا معلوم ہوتا ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ مرغیوں کی چاہے کتنی ہی نگرانی اور خبر گیری کیجیے۔ برسوں اپنے ہاتھوں کی

ہتھیلیوں پر دانہ دنکا ڈال رہا ہے۔ ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ممکن ہی نہیں کہ مرغیاں آپ سے مانوس ہو جائیں اور آپ کی طرف متوجہ ہوں۔ ان تمام باتوں سے میرا مطلب یہ نہیں کہ میں ان سے امید اور توقع کرتا ہوں کہ جوں ہی میں گھر میں قدم رکھوں تو مرغ سرکس کے طوطے کی طرح توپ چلا کر سلامی دیں اور میرا استقبال کریں۔ اور ان کے چوزے میرے پاؤں میں وفادار کتے کی طرح لوٹنے لگیں۔ میں مرغیوں سے یہ توقع بھی نہیں کرتا کہ وہ اپنے انڈے یہ کہہ کر کہ ہم اپنی دولت آپ کے نذر کرتی ہیں۔ اور پھر الٹے پاؤں عقیدت و احترام سے آداب بجالاتی ہوئی واپس چلی جائیں۔

مصنف مرغیوں کی الٹی بات کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جانور طوطا چشم اور بے مروت ہے۔ چناں چہ ایسے جانور سے خواہ وہ شریعت کی رو سے حلال ہی کیوں نہ ہو۔ یہ توقع اور امید نہیں کی جا سکتی کہ چمک دار اور آب و تاب رکھنے والی چھری یا چاقو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں اور ہو کنا شروع کر دیں اور کئی مہینوں تک ان کی دیکھ بھال کرنے والے اور دانہ دنکا ہتھیلیوں پر چگانے والے کو صرف اس لیے جانی دشمن سمجھ بیٹھے کہ یہ مسلمان ہے۔ سراسر ناانصافی ہے۔

عبارت نمبر 4:

ایک عام خوش فہمی جس میں تعلیم یافتہ اصحاب بالعموم اور اردو شعرا بالخصوص عرصے سے مبتلا ہیں، یہ ہے کہ مرغ صرف صبح اذان دیتے ہیں۔ اٹھارہ مہینے اپنی عادات و خصائل کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بالعموم جان بوجھ کر میں اس وقت سوتا ہوں جو قدرت نے مرغ کے اذان دینے کے لیے مقرر کیا ہے یا یوں کہو کہ اس وقت اذان دیتا ہے اب خدا کے گناہ گار بندے خواب غفلت میں پڑے ہوں۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ اس بات کے سخت خلاف ہیں کہ مرغیوں کو پالتو جانور بنایا جائے۔ بقول مصنف مرغیاں صرف کھانے کے لیے استعمال کرنی چاہئیں۔ لیکن مصنف کے دوست اس معاملے میں مصنف سے بالکل متضاد خیال کے مالک ہیں اور مرغیوں کو بہت بڑی نعمت تصور کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ مصنف کے گھر اپنی مرغیاں زبردستی بھیج دیتے ہیں اور مصنف انھیں انکار بھی نہیں کر پاتے۔ اب مرغیاں مصنف کے گھر میں ایک فرد کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغیاں چند دنوں میں ہی گھر میں ایسے ڈیرا ڈال لیتی ہیں گویا گھر کا فرد ہوں۔ دیکھنے میں تو ان کا گھر ڈربہ ہے۔ لیکن یہ اپنے گھر میں بہت کم ہی رہتی ہیں۔ اور سارے گھر کو اپنی ملکیت سمجھتی ہیں۔ اس لیے وہ گھر جو مرغیوں کی آمد سے پہلے مصنف کا تھا۔ یہی گھر اب مرغیوں کا معلوم ہوتا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے افراد عمومی طور پر اور اردو شعرا خاص طور پر ایک غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کہ مرغ صرف صبح کا ذب کے وقت، جو کہ بیدار ہونے کا وقت ہوتا ہے، اذان دیتے ہیں۔ شعرا اور پرانے لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر مرغ اذان نہ دے تو صبح نہیں ہو سکتی۔ اور مرغ لوگوں کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں تاکہ مخلوق خدا اپنے خالق کی عبادت کر سکے۔

مصنف نے اپنی اور مرغوں کی عادات اور معمولات کا ڈیڑھ سال تک بڑی باریک بینی سے جائزہ لے کر نتیجہ نکالا ہے کہ یا تو وہ اس وقت سوتا ہے جب مرغ کے اذان دینے کا وقت ہوتا ہے۔ یعنی رات کے پچھلے پہر سونے کے لیے بستر پر جاتا ہے۔ شاید وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے وقت پر نہیں سو سکتا اور یہی وقت شاید مرغ کے اذان دینے کا ہو۔ یعنی مصنف کے سونے اور مرغ کے اذان دینے کا وقت یکساں ہے اور ایک ہی ہے۔ دوسری وجہ یہ اخذ کی ہے کہ مرغ شاید مصنف سے بے زار ہے اور اسے

اس سے ظاہر ہے۔ جب مصنف سونے کی تیاری کرتا ہے تو مرغے جان بوجھ کر اسے تنگ اور دق کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی مرغے اس وقت اذان دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے گناہ گار بندے گھر میں گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگ بیدار ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

عبارت نمبر 5:

ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ تھکا ماندہ بارش میں شرابور گھر پہنچا تو دیکھا کہ تین مرغے میرے پلنگ پر ہیں۔ سفید چادر پر جابجا پنجوں کے تازہ نشان تھے۔ البتہ میری غیر متوقع اور قبل از وقت واپسی کے سبب جہاں جہاں جگہ خالی رہ گئی وہاں سفید دھبے نمایاں معلوم ہو رہے تھے۔ میں نے نوکر سے سوال کیا "آخر یہ اُجلی اُجلی چادر کیوں بچھی ہے؟"

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ انھیں مرغیاں گھر میں پالنے سے سخت نفرت ہے اور ان کے نزدیک مرغیوں کا اصل مقام ہوٹل ہے یا پلیٹ۔ لیکن ان کے دوست اس بات کے خلاف ہیں۔ اور وہ مرغیوں کو باتمیز اور وفادار جانور تسلیم کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ ان کی بے شمار خوبیاں گنوا کر مصنف کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان کی مرغیوں کو چند دنوں کے لیے اپنے گھر میں رکھ لیں۔ آخر کار مرغیاں مصنف کے گھر آ جاتی ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ انھوں نے عہد کر لیا ہے کہ اب اس گھر میں وہ رہیں گے یا مرغیاں۔ لیکن وہ ایسا بھی نہ کر سکے۔ مصنف نے ایک اور غلط فہمی کو دور کیا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مرغیاں صرف ڈربے میں رہتی ہیں لیکن یہ غلط فہمی ہے۔ کیوں کہ دیکھنے میں تو ڈربہ ہی مرغیوں کا گھر ہے جب کہ یہ پورے گھر میں رہتی ہیں۔ اس لیے اب وہ گھر جو کہ مرغیوں کی آمد سے پہلے مصنف کا تھا۔ اس نے اب پولٹری فارم کی صورت اختیار کر لی ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے اُن دشواریوں اور مشکلات کا تذکرہ بڑے مزاح کے انداز میں کیا ہے، جو مرغیاں پالنے کے بعد پیش آتی ہیں۔ دراصل مرغیاں دوسرے جانوروں کی مانند وفادار نہیں ہوتیں۔ مرغیاں بے مروت ہوتی ہیں۔ ان کی کتنی ہی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتے رہیں، پھر بھی یہ مانوس نہیں ہوتیں۔ پورے گھر کو اپنا ڈربہ سمجھتی ہیں۔ ان کی وجہ سے گندگی پھیلتی ہے۔ کیڑے مکوڑے اور حشرات وغیرہ ان کی مرغوب غذا ہے۔ جو لوگ دنیاوی مشکلات و مسائل سے گھبرا گئے ہوں وہ مرغیاں پال لیں۔ مصنف بھی مرغیاں گھر میں رکھ کر مسائل اور مشکلات کا شکار ہیں۔

مصنف کہتے ہیں کہ ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے گھر پہنچا۔ جسم تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ تھکا ماندہ بارش میں تر بتر ہو کر گھر پہنچا تاکہ اپنے بستر پر آرام کروں اور راستے کی کوفت اور ماندگی سے نجات ملے گی۔ جوں ہی اپنے پلنگ کی طرف گیا، تو وہاں کا منظر ہی بدل چکا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین مرغے میرے پلنگ پر کھڑے میرا منہ چڑا رہے ہیں۔ پلنگ کی چادر بری طرح خراب ہو چکی تھی۔ چادر پر جگہ جگہ مرغیوں کے پنجوں کے تازہ نشان ثبت ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے چادر بدنما معلوم ہو رہی تھی۔

مصنف مزید بتاتے ہیں کہ پلنگ کی چادر مکمل طور پر خراب نہ ہونے پائی تھی شاید اس کا سبب یہ تھا کہ میں موسم کی خرابی کی وجہ سے گھر جلدی واپس آ گیا تھا اور جس جگہ مرغیوں کے پنجوں کے نشان نہیں تھے وہاں پر سفید دھبے نمایاں نظر آ رہے تھے اور

بڑے ہی بدنما معلوم ہو رہے تھے۔ میں تھکا ماندہ گھر پہنچا تھا کہ گھر میں آرام کروں گا لیکن گھر میں خلاف توقع ماحول دیکھ کر الجھن اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر قدرے سختی سے سوال کیا، کہ آخر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کیوں چیخ رہے ہیں اور گھر میں کیوں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟ تو بیگم بولیں آپ تو بلاوجہ ان سے تنگ آ گئے ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ چڑا رہے ہیں۔

عبارت نمبر 6:

بولیں ''آپ تو خواہ مخواہ الرجک ہو گئے ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے چڑا رہے ہیں۔'' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ دل نے کہا ''بس بہت ہو چکا۔ آؤ آج دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں''۔ میں نے بپھر کر کہا۔ ان کی آنکھوں میں سچ مچ آنسو بھر آئے۔ ہراساں ہو کر کہنے لگیں ''مینہ برستے میں آپ کہاں جائیں گے؟''

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے بالکل خلاف ہیں۔ اور ان کے نزدیک مرغیوں کا اصل مقام صرف پیٹ ہے یا پلیٹ۔ لیکن ان کا دوست مرغیوں کو وفادار اور پالتو جانور تصور کرتا ہے اور زبردستی اپنی مرغیوں کو مصنف کے گھر منتقل کر دیتا ہے۔ اور کچھ ہی دنوں میں مرغیاں مصنف کے گھر میں ایسے گھل مل جاتی ہیں، کہ گھر کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ مرغیوں کو چاہے جتنی قیمتی خوراک کیوں نہ کھلائیں وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر زمین کا گند ضرور کھائیں گی۔ ایک اور غلط فہمی کہ مرغیاں صرف دڑبے میں رہتی ہیں، اس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ مصنف نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرغیاں پورے گھر میں رہتی ہیں۔ اسی لیے مصنف کا گھر اب پولٹری فارم بن چکا ہے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ ایک دن موسلا دھار اور مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ خراب موسم کی وجہ سے بڑی مشکل سے گھر پہنچا۔ جسم تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ تھکا ماندہ بارش میں تربتر ہو کر گھر پہنچا، تاکہ اپنے بستر پر آرام کروں گا اور راستے کی کوفت اور ماندگی سے نجات ملے گی۔ جوں ہی اپنے پلنگ کی طرف گیا تو وہاں کا منظر ہی تبدیل ہو چکا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین مرغے میرے پلنگ پر کھڑے میرا منھ چڑا رہے ہیں۔ پلنگ کی چادر بری طرح خراب ہو چکی تھی۔ چادر پر جگہ جگہ مرغیوں کے پنجوں کے تازہ نشان ثبت ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے چادر بدنما معلوم ہو رہی تھی۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں تھکا ماندہ گھر پہنچا تھا لیکن گھر میں خلاف توقع ماحول دیکھ کر الجھن اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا، اور قدرے سختی سے سوال کیا کہ آخر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کیوں چیخ رہے ہیں اور گھر میں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ کیا انھیں کوئی تکلیف ہے؟ بیگم بولیں آپ تو بلاوجہ ان سے تنگ اور عاجز آ گئے ہیں۔ اس لیے ان سے الرجک ہیں۔ یہ بیچارے چونچ بھی کھولیں، تو آپ سمجھتے ہیں کہ چڑا رہے ہیں؟ اور آپ کو تنگ کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ یہ خیال آپ کا خام ہے۔ مرغیاں بے چاری تو معصوم ہیں۔

بیگم کی باتیں سن کر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یہ باتیں برداشت سے باہر تھیں۔ دل میں فیصلہ کیا کہ بس بہت ہو چکا۔ اب قطعی اور حتمی فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ میں نے طیش اور غصے میں آ کر بیگم سے کہا کہ اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گی یا میں''۔

دونوں میں سے ایک کے حق میں فیصلہ دینا ہوگا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ بیگم فیصلہ میرے حق میں دیں گی۔ کیوں کہ میرا وجود بیگم کے لیے اور گھر کے لیے ازحد ضروری ہے۔ بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور خوف زدہ ہو گئیں۔ اور تر

کھا کر بولیں کہ آپ اس برستی ہوئی بارش میں کہاں جائیں گے؟ بیگم کی باتیں سن کر میری آنکھوں کے سامنے تارے آنے لگے۔ مجھے اپنی ناقدری کا احساس ہوا، میرا سارا غصہ رفو ہو گیا اور میں نے خاموشی سے گھر میں ٹھہرنا ہی عافیت سمجھا۔

عبارت نمبر 7: (لاہور بورڈ 2007ء)

ایک اور سنگین غلط فہمی جس میں خواص و عوام مبتلا ہیں اور جس کا ازالہ میں رفاہ عام کے لیے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں، یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے اور ٹاپے میں رہتی ہیں۔ میرے ڈیڑھ سال کے مختصر مگر بھرپور تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں اور جہاں نظر نہ آئیں وہاں اپنے ورود و نزول کا ناقابل تردید ثبوت چھوڑ جاتی ہیں۔ ان آنکھوں نے بارہا غسل خانے سے انڈے اور کتابوں کی الماری سے جیتے جاگتے چوزے نکلتے دیکھے۔ لحاف سے کڑک مرغی اور دڑبے سے شیو کی پیالی برآمد ہونا روزمرہ کا معمول ہو گیا۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ وہ مرغیاں گھر میں پالنے کے بالکل روادار نہیں ہیں اور وہ مرغیوں کا اصل مقام پیٹ کو تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے ایک دوست مرغیوں کو پالتو جانور مانتے ہیں۔ اسی لیے وہ ان کی چند صفات گنوا کر انھیں مصنف کے گھر منتقل کر دیتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں مرغیاں مصنف کے گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بار فون کی گھنٹی بجی۔ تو اس نے فون اٹھایا، اس سے قبل کہ وہ ہیلو کہتے، ایک مرغ نے ان کی ٹانگوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر اذان دے دی اور فون کرنے والے نے رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس لیے وہ گھر جو کبھی مصنف کا ہوا کرتا تھا، اب مرغیوں کا ہے۔ آخر میں مصنف نے مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ مسائل زدہ لوگ مرغیاں پال لیں تا کہ ان کے پیدا کردہ مسائل کا شکار ہو کر وہ اپنی پریشانیاں بھول جائیں گے۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ عوام و خواص دونوں شدید غلط فہمی کا شکار ہیں، اس لیے لوگوں کی بھلائی اور فلاح کے پیش نظر، میں ان کی غلط فہمی دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سب لوگوں کا خیال ہے کہ مرغیاں دڑبے اور ٹاپے میں رہتی ہیں۔ میں نے ڈیڑھ سال تک مسلسل مرغیوں کی نفسیات اور عادات و اطوار کا مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں، کہ مرغیاں ٹاپے اور دڑبے کے علاوہ ہر جگہ رہتی ہیں، مگر ٹاپے اور دڑبے میں نہیں رہ سکتیں۔ سارے گھر میں گھومنا پھرنا اور گندگی پھیلانا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ گھر میں جو جگہ زیادہ صاف شفاف نظر آئے اُس سے ان کو ضد ہوتی ہے اور جب تک اُسے خراب اور گندا نہ کر لیں چین سے نہیں بیٹھیں گی۔

گھر میں ہر جگہ پر قدم رکھنا ان کی عادت ہوتی ہے اور اپنی عادت ہر لحاظ سے پورا کرتی ہیں۔ مرغیوں کی یہ عادت بھی عجیب ہے کہ اگر وہ کسی جگہ نظر نہ آئیں، تو وہاں ان کی موجودگی کے اثرات و نشانات ضرور موجود ہوتے ہیں اور بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ غسل خانے سے مرغیوں کے دیئے ہوئے انڈے ملے ہیں۔ کئی مرتبہ کتابوں کی الماریوں میں سے چوزوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، ظاہر ہے الماریوں میں مرغیوں نے انڈے دیئے ہوں گے۔ اور ان پر کئی دن بیٹھی بھی ہوں گی تبھی بچے نمودار ہوئے۔ چناں چہ مرغیاں ایسی ایسی حرکات کرتی ہیں، کہ عاقل و دانا شخص بھی نیم پاگل ہو جاتا ہے۔ میرے لحاف سے کئی بار کڑک مرغی برآمد ہوئی ہے اور مرغیوں کے دڑبے سے شیو کی پیالی کا برآمد ہونا معمول ہو گیا ہے۔ بیگم از راہ ہمدردی شیو کی پیالی میں پانی ڈال کر مرغیوں کو پیش کرتی

رہتی ہیں۔ یہ مرغیوں سے اُن کی مثالی محبت کا ثبوت ہے۔

مصنف نے اپنی اُلجھنوں اور غم وغصے کا اظہار بڑے مضحکہ خیز اور مزاحیہ انداز میں کیا ہے اور ہلکے پھلکے انداز میں مرغیوں کی حرکات وسکنات کا تعارف کرایا ہے اور مرغیوں کی نفسیات کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ بے مروت اور بدلحاظ ہوتی ہیں۔ کیڑے مکوڑے کھاتی ہیں اور گھر میں گندگی پھیلانے کا باعث بنتی ہیں اور اپنی حرکتوں سے سب کو تنگ کرتی رہتی ہیں۔ مصنف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انسان ان کو ذبح کر کے اور کھا کر دل کی بھڑاس نکال کر ٹھیک کرتے ہیں۔ بقول مصنف مرغیوں کی جگہ پیٹ ہے یا پلیٹ۔

عبارت نمبر 8:

اب گھر اچھا خاصا پولٹری فارم (مُرغی خانہ) معلوم ہوتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پولٹری فارم میں عام طور سے اتنے آدمیوں کے رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جو حضرات آلامِ دنیوی سے عاجز و پریشان رہتے ہوں، ان کو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مُرغیاں پال لیں۔ پھر اس کے بعد پردۂ غیب سے کچھ ایسے نئے مسائل اور فتنے خود بخود اٹھ کھڑے ہوں گے کہ انھیں اپنی گزشتہ زندگی جنت کا نمونہ معلوم ہوگی۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے بتایا ہے کہ وہ مرغیوں کو گھر میں پالنے کے سخت خلاف ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے دوست اپنی مرغیاں ان کے گھر منتقل کر دیتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں مرغیاں ان کے گھر میں اس طرح رچ بس جاتی ہیں گویا ان کے گھر کا فرد ہوں۔ ایک بار مصنف گھر چھوڑنے کا ارادہ کرتے ہیں، لیکن بیوی کے آنسو انھیں ایسا کرنے سے بھی روک دیتے ہیں۔ مصنف نے بتایا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، کہ مرغیاں صرف دڑبے میں رہتی ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس سبق کا آخری اقتباس ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ مرغیوں کے آنے سے میرا گھر مرغی خانہ بن گیا ہے۔ کیوں کہ اُن کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہُوا ہے۔ میرے گھر اور مرغی خانہ میں صرف یہی فرق تھا، کہ مرغی خانہ میں عموماً دو تین افراد رہتے ہیں اور مرغیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ جب کہ میرے گھر میں زیادہ افراد رہتے ہیں۔ جتنے نفوس میرے گھر میں رہتے ہیں اتنے زیادہ افراد کی گنجائش مرغی خانے میں نہیں ہوتی۔ نہ ہی زیادہ لوگوں کو مرغی خانہ میں رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔

مصنف مزید لکھتے ہیں کہ جو لوگ دنیاوی غم، مصائب، دکھوں اور پریشانیوں سے تنگ آ چکے ہوں اور اپنی زندگی سے بے زار ہو چکے ہوں۔ اُن کو میرا ہمدردانہ اور مخلصانہ مشورہ ہے، کہ وہ اپنے گھر میں مرغیوں کو پال لیں۔ پھر اس کے بعد غیب کے پردے سے ایسے مسائل اور مصائب جنم لیں گے، کہ سابقہ مسائل اور مصائب ہیچ اور کمتر محسوس ہوں گے۔ ایسے ایسے فتنے خود بخود سر اُٹھا لیں گے، کہ انھیں اپنی سابقہ اور گزری ہوئی زندگی جنت نما معلوم ہوگی۔